دعوت وابلاغ

پروفیسر عبدالعظیم جانباز، سیالکوٹ
بن شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانبازؒ

# میڈیا...... اسلام کے خلاف مغرب کا مؤثر ہتھیار

موجودہ دور میڈیا کا دور ہے۔ غور کیا جائے تو محسوس ہوگا کہ مغرب محض مؤثر اور طاقتور میڈیا کے ذریعے ہی ہمارے ذہنوں پر حکومت کر رہا ہے۔ یہاں ہم سے مراد صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ پاکستان جیسے وہ ممالک بھی اس میں شامل ہیں جہاں سیاسی شعور کا فقدان ہے۔ جہالت عروج پر ہے اور مغربی تعلیم یافتہ طبقہ ہر قسم کی رہنمائی کے لیے مغرب کی جانب دیکھتا ہے۔

یہ ہمارے پڑھے لکھے طبقے کا احساسِ کمتری ہے کہ وہ مغرب کے ایجاد کردہ ہر لفظ، اِصطلاح اور محاورے کو یوں قبول کر لیتا ہے جیسے یہ الہامی بات اور مقدس لفظ ہو۔ چنانچہ اس طرح مغرب میڈیانت نئے شوشے چھوڑتا رہتا ہے جن کا مقصد ہماری سوچ کو متاثر کرنا اور ہماری فکر کو ایک خاص رُخ پر ڈالنا ہوتا ہے۔ یاد رکھئے کہ یہ دور جسمانی غلامی کا نہیں بلکہ ذہنی غلامی کا ہے۔ ماضی میں جب ضعیف قوموں کو غلام اور کمزور ملکوں کو تجارتی مقاصد کے لیے کالونی بنایا جاتا تھا تو مغربی ممالک نے پسماندہ اقوام کی ایک بڑی تعداد کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ اس دور میں انسانی حقوق کا کہیں ذکر نہیں تھا، کیونکہ انسانی حقوق کا فلسفہ نہ صرف مغربی استعمار کے مفادات کے منافی تھا بلکہ مغربی استعمار کی نفی بھی کرتا تھا، اس طرح مغربی ممالک کئی صدیوں تک پسماندہ ممالک کو اپنی کالونیاں بنا کر ان کے مالی و شخصی وسائل کو اپنی صنعتی و تجارتی ترقی کے لیے استعمال کرتے رہے۔ اگر آپ لندن، پیرس اور روم جیسے خوبصورت شہروں کی بڑی بڑی شاہراہوں، عمارتوں اور صنعتی مراکز کی بنیادوں میں جھانکیں تو ان میں سے آپ کو اپنے بزرگوں کے محنت، خون پسینے کی خوشبو آئے گی اور وہاں ہماری سرزمینوں کا مال ہتھیا کر صرف کیا گیا ہوگا۔

جب ان استعماری قوتوں کو آزادی کی تحریکوں کے سامنے ہتھیار ڈال کر غلام ممالک سے رخصت ہونا پڑا تو اس کے ساتھ ہی اُنہیں جمہوری اقدار اور انسانی حقوق کا خیال آیا۔ چنانچہ انسانی حقوق کے دفاع کے لیے عالمی سطح پر انجمنیں بنائی گئیں۔ کل تک انسانوں کو حیوانوں سے کم تر سمجھنے والے چند ہی برسوں میں انسانی حقوق کے ٹھیکے دار بن گئے۔ گویا پرانا شکاری نیا جال لے کر آیا۔ یہ درست کہ اس وقت بعض ممالک میں یہ انجمنیں مفید کام بھی کر رہی ہیں، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جن ممالک میں اولادِ آدم کو مغربی اقوام کی ملی بھگت سے کچلا جا رہا ہے وہاں بھی انسانی حقوق کی انجمنیں موجود ہیں جو بے کار اور غیر مؤثر ہیں۔

گذشتہ چند برسوں سے اولادِ آدم کے انسانی حقوق کی حفاظت کی اجارہ داری امریکہ بہادر کے پاس ہے۔ ادھر مغربی میڈیا نے انسانی حقوق کو ایک آئیڈیالوجی بلکہ مذہب کا درجہ دے دیا ہے، اس سے امریکہ کو یہ استحقاق حاصل ہو گیا ہے کہ وہ کسی بھی ایسے ملک کے اندرونی معاملات میں دخل دے سکتا ہے بلکہ اسے دہشت گرد قرار دے کر سزا کا حق دار ٹھہرا سکتا ہے، جہاں انسانی حقوق پر زد پڑتی ہو۔ کس ملک میں انسانی حقوق پامال ہو رہے ہیں؟ اس کا فیصلہ بھی امریکہ ہی کرے گا۔ چنانچہ امریکہ عراق پر بمباری کر کے سینکڑوں معصوم شہریوں کو موت کی نیند سلا دے تو وہ انسانی حقوق کے حوالے سے درست اقدام قرار دیا جاتا ہے، لیکن بوسنیا میں ہزاروں معصوم مسلمان سربیائی ظلم کی بھینٹ چڑھ جائیں تو امریکہ کے ضمیر میں خلش تک نہیں ہوتی، کیونکہ بوسنیا مسلمان ملک ہے۔ اس طرح پاکستان اگر کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کی اخلاقی امداد کرے تو وہ سزا کا مستحق ہے، لیکن بھارت اگر ہزاروں مسلمانوں کو گولی کا نشانہ بنا دے تو اس سے چشم پوشی برتی جائے گی۔

انسانی حقوق کے حوالے سے مجھے ایک دلچسپ واقعہ یاد آیا، ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ کسی بین الاقوامی سیمینار کے ضمن میں مجھے امریکی ساحلی شہر سان فرانسسکو جانے کا موقع ملا۔ اس سیمینار میں ایشیائی ممالک کے سکالرز کے علاوہ مختلف امریکی یونیورسٹیوں سے بھی ممتاز پروفیسرز صاحبان بلائے گئے تھے۔ سیمینار کے آغاز سے ایک روز قبل میں نے ٹیلی ویژن آن کیا تو ایک دلچسپ خبر مع تبصرہ سننے کو ملی۔ کیلیفورنیا کی ریاست میں جنگلات کے وسیع ذخیرے

پائے جاتے ہیں، کیونکہ وہاں عمارات کی تعمیر میں لکڑی بہت زیادہ استعمال ہوتی ہے، (۳) لیے سال بھر ان جنگلوں کی کٹائی کا عمل جاری رہتا ہے۔ خبر یہ تھی کہ کٹائی کے دوران ماہرین جنگلات کو اچانک یہ پتہ چلا کہ اس جنگل میں ایک اُلّو صاحب نے مستقل اپنا گھر بنا رکھا ہے اور جب سے درختوں کی کٹائی کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ اُلّو صاحب اداس رہنے لگے ہیں۔ اُلّو کی اداسی کی خبر سے اس علاقے میں احتجاج ہوا اور کیلیفورنیا کی حکومت نے جنگل کی کٹائی روک دی جس سے لکڑی کی قیمت میں اضافہ ہوگیا اور گھروں کی تعمیر قدرے مہنگی ہوگئی۔ میں نے یہ خبر اور اس پر تبصرہ ٹیلی ویژن پر سنا اور گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

اگلے دن سیمینار کے دوران چائے کا وقفہ ہوا تو میں نے ممتاز امریکی پروفیسر صاحبان سے اس خبر کا تذکرہ کیا۔ وہ پہلے ہی اس سے آگاہ تھے، لیکن میرے ذکر کرنے پر ان کے چہرے مسرت سے گلاب کی مانند کھل گئے۔ اس صورت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے میں نے یہ سوال داغ دیا کہ ''آپ نے ایک پرندے کی اُداسی کی خاطر جنگل کی کٹائی روک کر لکڑی کی قیمت میں اضافہ برداشت کرلیا، لیکن کچھ عرصہ قبل جب عراق کے معصوم شہریوں پر بموں کی بارش کی جارہی تھی تو آپ کیوں خاموش رہے؟ کیا آپ کو ایک جانور کسی مسلمان کی زندگی سے زیادہ عزیز ہے؟ میرے اس سوال سے ان کے چہرے کے رنگ اُڑ گئے۔ اس واقعے سے آپ امریکہ کی انسانی حقوق سے کمٹمنٹ کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

بات یہاں سے چلی تھی کہ آج کا دور میڈیا کا دور ہے۔ میڈیا بدقسمتی سے یہودیوں کے قبضے میں ہے اور یہودیوں کا نشانہ بہرحال اسلام اور مسلمان ہیں۔ اب جب کہ مغربی ممالک غیر ترقی یافتہ ممالک سے بوریا بستر لپیٹ کر رخصت ہوچکے ہیں تو اُنہوں نے ان ممالک پر حکمرانی کا ایک نیا طریقہ وضع کیا ہے اور وہ طریقہ ہے: میڈیا کے زور پر ذہنوں پر حکومت کرنا۔ نصف صدی قبل جسمانی غلامی بھی ہمارا مقدر تھی اور اب ذہنی غلامی ہماری قسمت کا حصہ ہے۔ سوچئے تو سہی کہ اس کی وجوہات کیا ہیں؟

اسی پس منظر میں مغربی میڈیا جب چاہتا ہے کوئی نئی اصطلاح اور کوئی نیا شوشہ چھوڑ دیتا ہے۔ دنیا کے بہترین رسائل جن میں ادبی، تحقیقی اور سیاسی پرچے شامل ہیں، مغربی ممالک

سے شائع ہوکر ساری دنیا میں پھیل جاتے ہیں۔ان رسائل میں اکثر اوقات ایک خاص نقطہ نظر پیش کیا جاتا ہے جو مغربی دنیا کے مفادات کے عین مطابق ہوتا ہے۔

ہم سب جانتے ہیں کہ عالمی شہرت کے رسالے ٹائم، اکانومسٹ اور نیوز ویک پر یہودی لابی غالب ہے۔ یہ رسالے ہر ہفتے بین الاقوامی سیاست پر تبصرے کرتے اور تجزیے شائع کرتے ہیں جنہیں ہم من وعن مقدس تحریر سمجھ کر یوں قبول کرلیتے ہیں کہ ان کے سیاق وسباق پر غور ہی نہیں کرتے۔ پھر ہر محفل میں ان تبصروں کو 'ٹائم' اور 'نیوز ویک' کے حوالے سے حرفِ آخر سمجھ کر قبول کرلیتے ہیں۔ہم نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ عراق ہو، ایران ہو، بوسنیا ہو یا کشمیر۔ یہ رسائل اپنے تجزیوں میں ڈنڈی ضرور ماریں گے اور کسی نہ کسی طرح اسلام اور مسلمان سے اس طرح چٹکی ضرور لیں گے کہ قاری کو محسوس بھی نہ ہو اور الفاظ اپنا کام کرجائیں۔عراق، کویت جنگ اور انقلابِ ایران کے دوران ان رسائل نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا اور عالمی رائے عامہ کو اپنی ضروریات کے سانچے میں ڈھالا۔صرف میڈیا ہی کا کمال ہے کہ کوئی بھی اسلامی ملک اپنے موقف میں کتنا ہی حق بجانب کیوں نہ ہو، عالمی سطح پر معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے اور وہ سربراہانِ حکومت جو مغربی مفادات کے خلاف کام کرتے ہیں، اُنہیں تمسخر کا نشانہ بنا دیا جاتا ہے۔غور کیجئے تو محسوس ہوتا کہ یہ ایک طرح سے ہماری غلامانہ ذہنیت کی علامت ہے۔

کبھی کبھی یوں بھی ہوا ہے کہ جب کسی ناقابل قبول حکمران کو بدلنا مقصود ہوتا ہے تو میڈیا سے ہراول دستے کا کام لیا جاتا ہے، وہ اس طرح کہ مغربی میڈیا بڑی طاقتوں کی خفیہ ایجنسیوں کی ملی بھگت سے ایسے حکمرانوں کی ذاتی زندگی اور قومی کردار کے بارے میں من گھڑت کہانیاں شائع کرتا ہے اور آزادئ اظہار کے نام پر ان شخصیات کی اس طرح کردارکشی کی جاتی ہے کہ نہ صرف عالمی سطح پر ان کا امیج خراب ہوتا ہے بلکہ خود ان ممالک کے عوام بھی اپنے حکمرانوں سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔آپ نے اکثر مشاہدہ کیا ہوگا کہ بڑی طاقتوں کے ذریعے 'ناپسندیدہ حکمرانوں' کے بارے میں عجیب وغریب خفیہ داستانیں پھیلائی جاتی ہیں جبکہ اپنے حواری اور پسندیدہ حکمرانوں کی ایسی حرکات چھپائی جاتی ہیں۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ موجودہ دور میں

میڈیا کا کردار فیصلہ کن حیثیت اختیار کرگیا ہے اور جو مقاصد ماضی میں فوجی یلغار سے حاصل کئے جاتے تھے، وہ مقاصد اب میڈیا کی یلغار سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

مغربی میڈیا کی مہربانی سے ایک مردہ اصطلاح میں جان ڈال دی گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک متروک اصطلاح پوری دنیا میں مقبول ہوگئی۔ وہ اصطلاح ہے "Fundamentalism" یعنی بنیاد پرستی۔ امریکہ اور انگلینڈ میں شائع شدہ انگریزی لغات (Dictionaries) کے مطابق "Fundamentalism" کا مطلب ہے ''عیسائیت کے پرانے اعتقادات پر یقین رکھنا''، ''موجودہ عیسائیت جو سائنس سے متاثر ہے، اس کے مقابلے میں پرانی تعلیمات کو اور Bible انجیل کے اصل الفاظ کو ماننا'' عیسائیت میں تو بنیاد پرستی کی مذمت سمجھ میں آتی ہے کیونکہ عیسائیت میں وقت کے ساتھ ساتھ خاصی تبدیلی آئی ہے بلکہ خود بائبل بھی اصلی حالت میں موجود نہیں رہی، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جس زبان (Language) میں بائبل نازل ہوئی تھی، وہ زبان بھی آج ختم ہوچکی ہے۔ اس کی دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ تمام الہامی کتابوں کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود نہیں لی، سوائے قرآن مجید کے!

لیکن جہاں تک اسلام کا تعلق ہے ہمارا ایمان ہے کہ اسلام بدلا ہے نہ قرآن اور نہ ہی قیامت تک بدلے گا۔ اسلام کے بنیادی عقائد وہی ہیں جو ہمارے نبی ﷺ نے بتائے تھے۔ اگرچہ اسلام میں مذہبی فرقوں کی کمی نہیں، لیکن اختلافات تفصیلات پر ہیں نہ کہ بنیادی عقائد پر۔ چنانچہ اسلام میں دراصل بنیاد پرستی کا تصور اس طرح موجود نہیں جس طرح عیسائیت میں ہے لیکن مغربی میڈیا نے اسلام میں بنیاد پرستی کی اصطلاح ایجاد کرکے ان مسلمانوں کو نفرت اور تضحیک کا نشانہ بنایا ہے جو عملاً مسلمان ہیں۔

میرے نزدیک اسلام میں بنیاد پرستی کا مطلب اسلام کے بنیادی عقائد پر عمل کرنا ہے یعنی ہر وہ مسلمان جو نماز پڑھتا، روزے رکھتا اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے، اسے مغربی میڈیا بنیاد پرست کہے گا۔ ہمارے ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ ''اگر مسلمان نماز پڑھتا ہے تو وہ بنیاد پرست ہے، لیکن اگر وہ تہجد پڑھتا ہے تو پھر وہ بہرصورت دہشت گرد ہے۔''

کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ یہ اصطلاح چند برس قبل افغانستان کی جنگ کے حوالے سے

استعمال ہونی شروع ہوئی اور چند ہی برسوں میں اس نے دنیاے اسلام کو معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور کردیا؟ مغربی میڈیا نے نہایت ہوشیاری سے بنیاد پرستی کا مطلب جاہل، ترقی دشمن، دہشت گرد، دقیانوسی اور کٹر نظریات کے حامل کے طور پر پیش کیا بلکہ اس قدر اس کا شور مچایا کہ ہر مسلمان ہاتھ باندھ کر کہنے لگا کہ حضور میں بنیاد پرست نہیں ہوں حالانکہ بنیاد پرستی کا مطلب فقط اسلام کے بنیادی عقائد پر عمل کرنا ہے اور اس کا مطلب ہرگز دہشت گردی یا دقیانوسی نہیں۔ چنانچہ اب جب بھی کوئی مغربی صحافی اسلامی ممالک میں جاتا ہے اور سربراہانِ حکومت یا دوسری اہم ملکی شخصیات سے یہ سوال پوچھتا ہے کہ کیا آپ بنیاد پرست ہیں تو جواب ملتا ہے کہ ہم بالکل بنیاد پرست نہیں، ہم اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم اسلام کے بنیادی اراکین پر یقین رکھتے ہیں نہ عمل کرتے ہیں۔

خود مغربی میڈیا بنیاد پرستی کا لیبل لگانے میں کس قدر انصاف سے کام لیتا ہے، اس کا اندازہ صرف اس ایک مثال سے لگایئے کہ جب تک گلبدین حکمت یار افغانستان میں روسی قبضے کے خلاف لڑ رہے تھے، جس سے امریکی مفادات حاصل نہ ہوتے تھے تو وہ جنگ آزادی کا ہیرو تھے، لیکن جب روس کی شکست کے بعد اس نے امریکی مفادات سے ہم آہنگ ہوکر چلنے سے انکار کیا تو مغربی میڈیا نے اسے 'بنیاد پرست' کہہ کر مسترد کردیا۔ گویا مغربی ممالک اپنے میڈیا کو ایک طرح سے ہتھیار کے طور پر استعمال کررہے ہیں جو ایٹم بم سے کم خطرناک نہیں ہے۔

مغربی میڈیا نے اسلامی بنیاد پرستی کے تصور کو جس طرح مسخ کیا ہے اور اس کا مفہوم بدل کر دنیائے اسلام کو معذرت خواہانہ انداز اپنانے پر مجبور کردیا ہے۔ موجودہ حالات سے ظاہر وباہر ہے۔ میڈیا کس طرح اسلامی بنیاد پرستی کا حلیہ بگاڑ رہا ہے۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اخبارات کے مطابق کہا جارہا ہے کہ خواتین کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کی وجہ اسلامی بنیاد پرستی کا بڑھتا ہوا رجحان ہے۔ اسلامی سزاؤں کو 'ظالمانہ سزائیں' کہا جارہا ہے، پردے کے احکامات کا میڈیا پر سرعام مذاق اڑایا جارہا ہے، جہاد کو دہشت گردی کا نام دیا جارہا ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ مغربی میڈیا جو کررہا ہے، سو کررہا ہے، ہمارا اپنا میڈیا بھی کسی سے کم نہیں جو آج تک جہاد اور دہشت گردی میں فرق نہیں سمجھ سکا۔

دہشت گردی ہمسایہ ملک میں ہوتی ہے، پابندی یہاں مذہبی جماعتوں پر لگتی ہے اور وہ بھی بغیر ثبوت کے۔ ہمارا اپنا میڈیا جہاد، دہشت گردی، پردے کے احکامات، اسلامی سزاؤں کے قوانین اور خواتین کے حقوق کے بارے میں جو پراپیگنڈہ کررہا ہے، وہ بھی کوئی قابل ستائش نہیں بلکہ قابل صد افسوس ہے۔ اسی طرح وہ اسلامی ممالک جہاں اسلامی شرعی سزائیں نافذ ہیں اور انہیں بنیاد پرستی کا طعنہ دیا جاتا ہے جبکہ ان معاشروں میں عورت جس قدر محفوظ ہے اس کا تصور مغرب کے آزاد معاشرے میں کیا بھی نہیں جاسکتا۔ سعودی عرب میں زیادتی کے واقعات بہت کم ہوتے ہیں، جبکہ نیویارک میں ہر پانچ منٹ کے بعد عورت سے زیادتی کی واردات کی رپورٹ ہوتی ہے۔ عورتوں پر گھریلو تشدد میں امریکہ و یورپ مسلم دنیا سے بیسیوں درجے آگے ہیں، کیا امریکہ بھی بنیاد پرست ہے کہ وہاں عورتوں سے زیادتی وتشدد کے واقعات میں اضافہ ہورہا ہے؟ اگر ایسا نہیں تو مغربی ممالک میں تمام تر مادر پدر آزادی کے باوجود عورتوں سے زیادتی کے واقعات اتنی بڑی تعداد میں کیوں ہوتے ہیں؟

بہرکیف موجودہ دور میڈیا کا دور ہے، میڈیا کی لگام مغرب کے ہاتھ میں ہے اور وہ میڈیا کے زور پر ہمارے ذہنوں پر چھایا ہوا ہے۔ بنیاد پرستی کا پراپیگنڈہ اسی مہم کا حصہ ہے حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ مغرب اسلام کے احیا اور اسلامی ممالک میں عوامی سطح پر اُبھرتی ہوئی مذہبی لہر سے خوف زدہ ہے جس کا مقابلہ کرنے کے لیے میڈیا نے بنیاد پرستی کے خلاف محاذ کھول رکھا ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ ہمارا پڑھا لکھا طبقہ مغرب سے اس قدر متاثر ہے کہ وہ مغربی نظریات، تصورات اور اصطلاحات آنکھیں بند کرکے قبول کرلیتا ہے۔ گویا ہم نے مغرب سے جسمانی غلامی سے تو نجات حاصل کرلی ہے، لیکن ذہنی غلامی سے نہیں...... ذہنی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے بھی اسی طرح کی تحریکیں چلانے کی ضرورت ہے جس طرح ہم نے آزادی کے حصول کے لیے تحریکیں چلائی تھیں۔ ▣

**خوشخبری :** جامعہ لاہور الاسلامیہ کے طلبہ واساتذہ کے معروف مجلّے ماہنامہ 'رشد' کی 'قراءاتِ سبعہ وعشرہ' پر ضخیم خصوصی اشاعت طباعت کے آخری مراحل میں ہے جس میں اس موضوع کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کے علاوہ ممتاز علماء عظام اور قراء کرام کے فتاویٰ ومضامین بھی شامل ہیں، تقریباً ۶۰۰ صفحات پر اس قیمتی دستاویز کو اپنے لئے فوری محفوظ کرلیں۔ ادارہ